Fikr-o-Nasar (Islamabad) 2:12 (1965)

اصول فقه کی تاریخ پر ایک نظر

محمد خالد مسعود

اجتماعی زندگی کے شروع میں عام طور پر مذهبی پیشواؤں کے اقوال ' قبیله کی رائے عامه یا سردار کا اقتدار هی قانون کا مصدر و منبع سمجھے جاتے هیں - لیکن جوں جوں تمدنی زندگی وسعت اختیار کرتی هے ' معاشره کے حالات بدلتے هیں اور نئے تعلقات و روابط کے تحت پیچیدگیاں اور دشواریاں پیدا هوتی هیں ، مفادات کا تصادم هوتا هے ، نئے تقاضے ابھرتے هیں تو حقوق انسانی کی حفاظت کے لئے قوانین کی تدوین کی ضرورت پیش آتی هے - تدوین کے مرحلے پر یه سوالات بھی ابھر تے هیں که قانون سازی کیسے هو ؟ اس کا مصدر و منبع کیا هے ؟ استنباط کا طریق کار کیا هو ؟ یہی وه مرحله هے جہاں سے اصول فقه کی تعیین و تدوین کا مسئله شروع هوتا هے -

اصول قانون کی تاریخ کا سب سے پیچیده مسئله اس کے مصدر کے تعین کا مسئله هے - مصدر قانون کے بارے میں جو نظریات پائے جاتے هیں ان میں دو نظریے بنیادی هیں (۱) -

اول - قانون کا مصدر خارج میں هوتا هے یعنی" خارج سے ایک با اقتدار هستی اسے لوگوں پر نافذ کرتی هے -

دوم - قانون کا مصدر خارج میں نہیں ' بلکه یه معاشرے کے اندر هی سے جنم لیتا هے -

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے :

1. C. K. Allen, *Law in the Making*, Oxford, 1964. Introduction.
2. Friedman, *Legal Theory*, 3rd ed. 100 ff
3. Paton, *A Text book of Jurisprudence*, Oxford 1964. p.p. 3-39

اس اختلاف کی بنیاد دراصل حجت (Sanction) کا مسئلہ ہے۔ حصول عدل کے لئے قانون کا نفاذ ضروری ہے لیکن جب تک کوئی حجت اور قوت جاذبہ نہ ہو اس کا نفاذ محال ہوگا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ حجت اور قوت جاذبہ کیا ہے۔ بعض کے نزدیک وہ مقتدر اعلیٰ کے خوف یا اطاعت کا جذبہ ہے بعض کے نزدیک یہ محض معاشرتی شعور ہے جو باہم مل جل کر رہنے کے تقاضے سے پیدا ہوتا ہے اور قانون کی اطاعت پر مجبور کرتا ہے۔

بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ اختلاف معاشرتی شعور کے مختلف ارتقائی مدارج کا مظہر ہے۔ جوں جوں معاشرتی شعور ترقی کرتا گیا مقتدر اعلیٰ کے تصور میں بھی ارتقا ہوتا رہا۔ ابتدائی ادوار میں اقتدار کا مصدر خارج میں سمجھا گیا (مثلاً مذہبی پیشوا، آسمانی قوتوں کے مظاہر، سردار، بادشاہ)۔ لیکن تدریجاً یہ خارج سے داخل میں منتقل ہوتا گیا (انسانی ارادہ۔ افراد۔ معاشرہ)۔

اسلامی قانون کا جو عام تصور اس وقت موجود ہے، اس میں یہ دونوں تصور کسی نہ کسی حد تک موجود ہیں۔ ان میں افراط ہے نہ تفریط۔ جس کی وجہ سے واضح طور پر کسی ایک کے حق میں حتمی رائے نہیں دی جا سکتی۔ اس کی تمام تر وجہ یہ ہے کہ دوسرے قوانین کی طرح اسلامی قانون خالص قانون نہیں جو مذہبی تقاضوں سے الگ ہو (۲)

---

(۲) مولانا محمد تقی امینی (فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، مطبوعہ لاہور) نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ عظمت و تقدس مذہبی قانون کی امتیازی خصوصیت ہوتی ہے۔ اسی سے مذہبی قانون میں "قوت جاذبہ" پیدا ہوتی ہے جو اس کی بقا کے لئے لازمی ہے۔ اصول فقہ کی کتب میں اگرچہ حجت کی بحث واضح طور پر اس نہج پر نہیں کی گئی جس طرح فقہ جدید (Modern Jurisprudence) اس سے بحث کرتی ہے۔ تاہم "الحکم والحاکم" کے مسئلہ کے تحت اصولیین نے بالواسطہ اسی سوال سے ضمنی بحث کی ہے۔

اسلامی قانون کا آغاز نزول قرآن کریم سے ہوتا ہے (۳) - صدر اسلام میں فقہ نشو و نما پا رہی تھی - اس لئے اس کی باقاعدہ ترتیب و تدوین کر کے اس کی روانی روکنے کی بجائے ضروری تھا کہ فقہ کے '' جواہر ،، (atoms) کو نشو و نما دی جائے - چنانچہ اس دور میں فقہ واقعاتی اور عملی رہا ' نظری نہ بنایا گیا ، فرضی مسائل کے بارے میں سوالات اور نظری بحثوں سے اجتناب کیا جاتا تھا - کیونکہ یہ دور اصولی اور دستوری تعلیمات کا تھا - جزئیات کی تشریحات حالات و زمانہ کے تقاضوں پر مبنی ہوتی ہیں - اس لئے کبھی تو رسول اللہ نے نیا فرمان نافذ فرمایا اور اکثر جو قوانین موجود اور مروج تھے ، انھیں میں معمولی ترمیم و اصلاح کے بعد قبول فرما لیا - حضور اس دنیا سے تشریف لے گئے تو ایک طرف تو قانون کو منضبط و مدون کرنے کا پورا خاکہ آپ نے تیار فرما دیا تھا دوسری طرف ایک ایسے معاشرے کی تشکیل فرما دی تھی ، جو قانون کے اتار چڑھاؤ اور نزاکتوں سے بخوبی واقف تھا -

صحابہ کے دور میں فتوحات کی کثرت اور مختلف تمدنوں کے اختلاط سے نئے سیاسی و اجتماعی مسائل ابھر آئے - صحابہ ' جن کی ذہنی تربیت رسول اللہ کی صحبت میں ہو چکی تھی ' اپنے حافظہ اور رائے کی مدد سے ان کے بارے میں فیصلے فرماتے - احکام کی علت کی معرفت میں لغوی اختلاف ، موقع و محل کے تعین اور مدارج فہم کے اختلاف کی وجہ سے ان میں اختلافات بھی ہوئے ، لیکن چونکہ فقہ ابھی تک واقعاتی اور عملی تھا ' اس لئے اختلاف بھی محدود تھا - تمام صحابہ ایک ہی حیثیت سے مصلحت پر نظر ڈالنے کے پابند نہ تھے ' اس

---

(۳) مولانا امین احسن اصلاحی (اسلامی قانون کی تدوین ، مطبوعہ لائل پور ' ص ۳۵) کے نزدیک اسلامی قانون کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتا ہے - نبی کریم سے قانون کا آغاز نہیں بلکہ اس کی تکمیل آپ پر ہوئی ہے - دوسرے الفاظ میں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ما قبل اسلام کے قانون بھی اساس و مصدر کے اعتبار سے اسلامی ہیں ' کیونکہ اسلامی قانون کلیۃً نئے اور ماضی سے علیحدہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا - چنانچہ ما قبل اسلام کے عروف و تقالید میں سے جو اسلامی قانون کے مزاج سے ہم آہنگ تھے ' اسلام نے انہیں اپنا لیا

لئے مختلف مصالح کے اعتبار سے جو اختلاف پیدا ہوا ، اس نے فقہ کو عملی وسعت عطا کی (۴) -

اموی دور کے اوائل میں مرکزیت کے کمزور ہونے کی وجہ سے علما و فقہا دوسرے شہروں میں پھیل گئے ' اس طرح مختلف علاقوں میں نئے ذہنوں کی تربیت کا آغاز ہوا - جو اسلامی فقہ کی اساسی روح کے ساتھ ساتھ اس کی عملی تطبیق کے مقاصد کے لئے مقامی تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھتے تھے - اس طرح صحابہ کی تعلیم و تربیت سے ایک جماعت تیار ہو گئی ، جن میں سے بعض لوگ بجا طور پر فتوی میں صحابہ کے ہم پلہ تھے -

تابعین کے دور کے بعد فقہ بتدریج اپنی پوری اجتہادی کوششوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئی - مختلف مذاہب فقہ کی بنیاد پڑی - اس دور میں استنباط مسائل کی نہج زیادہ واضح شکل میں سامنے آتی ہے -

اس دور میں فقہ عملی اور واقعاتی نہ رہا ، بلکہ نظری بن گیا- اس دور میں تمدن کی وسعت کی وجہ سے بے شمار قومیں معاشرے میں داخل ہوئیں تو نئی ضرورتیں پیدا ہوئیں - غور و فکر کے نئے میدان سامنے آئے - یونانی علوم و فنون کی ترویج ہوئی - غیر عرب لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر عربی زبان کے قواعد کی طرف توجہ ہوئی ' اس سے باقاعدہ فن لغت کا آغاز ہوا - جس نے قرآن فہمی اور اس کی فقہی تعبیرات کے لئے راستہ کھولا - اس طرح آہستہ آہستہ قرآن و حدیث سے فقہی احکام کے استنباط کے قواعد کی طرف بھی ذہن متوجہ ہوئے - بغداد سیاسی کے ساتھ ساتھ علمی مرکز بھی بن گیا - اس لئے مختلف علاقوں کے علما یہاں جمع ہوئے مادہ فقہ کے بارے میں بحثیں شروع ہوئیں- فقہا نے اپنے مسلک کی وضاحت کے لئے قواعد اور اصول سے بحثیں کیں - ائمہ کے سامنے احکام کے استنباط کے ضمن میں ایک اہم کام تھا کہ ان اصول کا تعین کر لیا جائے جن سے مصادر شریعت سے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے - اس تعین میں انہوں نے علم لغت کے قواعد سے مدد لی -

---

(۴) شاہ ولی اللہ - الانصاف ، مطبوعات علمیہ ۱۳۲۷ھ ص ۳ اور " فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر " محولہ بالا ص ۴۱ و ما بعد -

صحابہ کے اقوال کو آثار بلکہ مرسل احادیث کا درجہ حاصل ہے کیونکہ بقول شاہ ولی اللہ اس کا امکان ہے کہ اختصار کی وجہ سے ان کو موقوف بیان کیا گیا ہو (الانصاف ص ۷) پھر یہ کہ اس پہلو سے بھی غور کرنا چاہیئے کہ صحابہ نے مزاج شناس نبوت بن کر نظام تشریعی کو سمجھا تھا ' اس لئے ان کا منہج فکر یہ تھا ' کہ اس پیش آمدہ صورت میں حضور ص کا عمل کیا ہوتا ' چنانچہ جو فقہی ذہن حضور کی صحبت میں تیار ہوا تھا ' اس کی رائے حضور ص کی رائے سے قریب بلکہ اقرب ہو گی (توضیح " تلویح ' ، ج ۲ ، ص ۱۷) بلکہ یہ اجتہادی رائے صاحب شرع علیہ الصلوہ والسلام سے منسوب ہوگی (عقد الجید ص ۲۹)

اس سلسلے کی سب سے پہلی کوشش امام شافعی (۲۰۴ھ) کی تصنیف الرسالہ ھے (۵) - امام شافعی کا یہ رسالہ در اصل ان کی مبسوط کتاب الام کا مقدمہ ھے - اس میں سب سے پہلے ''بیان'' (Explanation) سے بحث کی ھے- پھر بیان کی مختلف قسمیں — قرآن سے بیان ' سنت سے بیان اور اجتہاد سے بیان یعنی قیاس — ذکر کی ھیں - قرآن کے عام اور خاص، ناسخ و منسوخ ' سنت نبوی کی فرضیت ، خبر واحد کی حجیت ' اجماع ' قیاس اور اختلاف علما وغیرہ ابواب کے تحت گفتگو کی ھے -

امام شافعی رح ' امام مالک رح اور امام محمد شیبانی رح کے شاگرد ھونے کی وجہ سے فقہ مدینہ اور فقہ عراق دونوں کے اصول و غوامض سے واقف تھے - امام شافعی نے فقہی اختلافات کو دیکھتے ھوئے اس ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کیا کہ استنباط احکام کے ضوابط طے کئے جائیں - وہ عربی زبان پر بھی کامل عبور رکھتے تھے اور علم حدیث میں ابھی انہیں ممتاز مقام حاصل تھا -

مدنی فقہ میں قانون کا سادہ اور عملی اصول کارفرما تھا یعنی جو بات معاشرہ کے افراد کی اکثریت کے عمل میں آ جائے ، وھی معتبر ھے بالفاظ دیگر جسے ملی مزاج قبول کر لے (۶) -

---

(۵) سید حسن الصدر (بحوالہ ''اصول الفقہ'' ، ابو زھرہ ص ۱۲) نے دعویٰ کیا ھے کہ اصول فقہ پر سب سے پہلی تصنیف امام باقر رح کی ھے - لیکن ابو زھرہ کے نزدیک یہ دعویٰ محل نظر ھے کیونکہ امام باقر کی یہ اپنی تصنیف نہیں ، بلکہ املا ھے ' یہ اسی قسم کا دعویٰ ھے جیسے احناف کے ھاں بعض امالی اور اقوال ائمہ کے نام سے منسوب ھو کر مشہور ھو گئے - لیکن در حقیقت ائمہ کی تصنیف نہیں - اسی طرح خطیب بغدادی نے بھی دعویٰ کیا ھے کہ امام ابو یوسف نے سب سے پہلے اصول فقہ پر کتاب لکھی (نشوار المحاضرہ ' جزء ۱۲ ' ص ۲۲۵ وما بعد) - لیکن یہ کتاب موجود نہیں -

(۶) تفصیل کے لئے دیکھئے المؤطا ' جزو سوم صفحات ۱۱۰ ' ۱۳۲ ' ۱۳۶ اور المدونہ جزو پنجم صفحات ۲۸ ، ۱۵۵ ' ۱۶۳ اور جزو دھم ص ۴۲

بیع کے ضمن مین امام زرقانی نے ایک حدیث پر بحث کرتے ھوئے بڑی دلچسپ بات کہی ھے :

''علماء کا اتفاق ھے کہ یہ حدیث صحیح ھے اور اکثر کے نزدیک معمول بہ ھے ' لیکن امام ابو حنیفہ ' امام مالک اور ان کے اصحاب کے نزدیک متروک ھے - مالکیہ کی دلیل یہ ھے کہ امام مالک کے نزدیک یہ حدیث اھل مدینہ کے اجماع سے منسوخ ھوگئی کیونکہ اجماع خبر واحد سے زیادہ معتبر ھے - (شرح المؤطا ، جلد سوم ص ۱۳۷) -

اسی کو بعد میں اجماع کہا گیا - لیکن بعد کا اجماع دراصل ایک فنی اصطلاح ہے ' اس کا اطلاق تعامل عامہ پر نہیں ہوتا - عراقی فقہا بھی اجماع اور تعامل عامہ کے قائل تھے لیکن انہوں نے اجماع کے تصور کو زیادہ واضح اور وسیع کر دیا - مالکی اجماع غیر معروف لوگوں کا اجماع تھا (یا فنی اصطلاح میں یہ اجماع سکوتی کی ایک صورت تھی) لیکن حنفیہ کے ہاں اجماع کسی خاص علاقے اور لوگوں تک محدود نہ تھا - اس طرح اجماع کو نظری حیثیت حاصل ہوئی - احناف کے ہاں مبادیات قانون میں اجماع عامہ اور تفصیلات اور فروعات میں اجماع خاصہ معتبر ہے -

امام شافعی اجماع کی اس قدر اہمیت کے قائل نہیں - ان کے نزدیک ماخذ فقہ صرف دو ہیں - قرآن اور سنت - اگرچہ وہ قرآن کریم کے کسی حکم کو حدیث سے منسوخ نہیں مانتے - لیکن سنت نبوی کو قرآن کا بیان اور اس کی تفصیل کہنے میں وہ اتنی دور تک چلے گئے ہیں کہ قرآن کریم کی حیثیت ثانوی سی نظر آنے لگتی ہے - وہ آثار صحابہ ' اجماع اور قیاس کو بھی تسلیم کرتے ہیں ، لیکن ان کے نزدیک یہ ضمنی ماخذ ہیں بلکہ بقول ان کے ''تباع'' ہیں - امام شافعی کا فکر زیادہ فنی تھا - اس لئے ان کے نزدیک اجماع کا تصور باقاعدہ ' منضبط اور کلی اتفاق رائے کا تھا ، جس کو وہ تحت الشعور میں ناممکن العمل سمجھتے تھے اس لئے اس کو زیادہ تر نظری حیثیت دیتے تھے - چنانچہ انہوں نے اجتہاد اور اجماع کی بجائے اصول فقہ کا دار و مدار سنت نبوی کو قرار دیا (ے) -

امام شافعی کے منہج فکر کو تحلیلی (Analytical) کہا جا سکتا ہے - انہوں نے اپنے ہم عصر فقہی نظامات کا تجزیہ پیش کیا - اس تجزیے میں ان کے پیش نظر مصدر قانون اور حجت کے مسائل رہے - ایک واضح ' مقتدر اور متعین مصدر قانون (شارع ' Sovereign) کے تعین کے لئے انہوں نے تاریخی احوال و مقتضیات (رسوم و رواج) یا علاقائی اجماع کی بجائے سنت نبوی کو قانون کا مصدر قرار دیا -

---

(ے) امام شافعی کے تصور اصول فقہ کے بارے میں جامع اور مختصر بحث کے لئے دیکھئے -
Dr. Fazlur Rahman, *Islamic Methodology in History,* Karachi, 1965, p 23 f, p42 ff

امام شافعی کے اس نظریے میں اتنی جاذبیت تھی کہ اسے فوراً قبول عام حاصل ہو گیا ۔ یہ درست ہے کہ بڑھتی ہوئی رائے پسندی کے خلاف یہ مناسب اور واقعی مؤثر روک تھی ۔ لیکن سنت متواتر کی جگہ خبر واحد کے قبول پر اصرار قانون کے ارتقائی مقاصد کے حق میں بہتر نہ تھا ۔ اس منہج فکر کا لازمی نتیجہ تھا کہ کوئی بھی رائے اس وقت تک قابل قبول نہ سمجھی جاتی تھی جب تک اسے حدیث نبوی یا اس کی تعبیر و تاویل کی تائید حاصل نہ ہو ۔

عراقی ذہن جو خالصۃً عملی اور اصولی ذہن تھا اس رکاوٹ کو محسوس کرتا تھا، چنانچہ احادیث کے قبول کے بھی ان کے نزدیک کچھ اصول تھے ۔ امام ابو یوسف ایک حدیث پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

> ” روایات کثرت سے ہیں ' لیکن ان میں سے وہ خارج ہیں جو معروف نہیں یا جن کو فقہا معروف نہیں گردانتے ' یا جو کتاب اور سنت کے موافق نہیں ۔ شاذ حدیث سے احتراز کرو ۔ صرف اسی حدیث کو قبول کرو جس پر جمہور کا عمل ہو اور جسے فقہا نے معروف کہا ہو ' جو قرآن کریم کی مخالفت کرے وہ حضور ص سے مروی نہیں ہو سکتی ' خواہ وہ سلسلہ روایت سے صحیح کیوں نہ ہو (۸) ۔

ایک جگہ فرماتے ہیں ۔ ” قران کریم اور سنت معروفہ کو امام اور رهنما بناؤ ' اسی کی اتباع کرو اور اسی پر قیاس کرو “ (۹)

امام اوزاعی اپنے دلائل میں جن احادیث سے استشہاد کرتے ہیں ' امام ابو یوسف ان کے مفہوم و تعبیر میں ان سے اختلاف کرتے ہیں اور مختلف معانی اور وسیع تر مفہوم میں ان کے اطلاق کے قائل ہیں ۔

تحلیلی منہج فکر کی محدودیت اور سختی کے خلاف رد عمل میں یونانی علوم و فنون کی ترویج کا کافی حصہ ہے ۔ یونانی فلسفہ کی وجہ سے عقلیت پر زور دیا گیا اور یہ بحث چھڑی کہ عقل ہی تمام علوم و فنون کا سر چشمہ ہے اور وہی حاکم حقیقی ہے ۔ افعال کے حسن و قبح کی معرفت صرف عقل سے ممکن

(۸) الرد علی سیر الاوزاعی ' حیدر آباد (دکن) (ت ۔ ن) ' ص ۳۱

(۹) ایضاً ص ۳۲

ہے (۱۰)- اس مکتب فکر کا اظہار سب سے پہلے عقائد کی بحثوں میں ہوا- اپنی عقلیت پسندی اور عام مسلک سے انحراف کی وجہ سے اس مکتب فکر کے لوگ معتزلہ کہلائے - ان سے علم کلام کا آغاز ہوا - ان کے استدلال اور عقلی انداز فکر نے اصول فقہ کو کلامی انداز دیا - اس سلسلے کی کوششیں ابو الحسین محمد بن علی البصری معتزلی (٤٦٣ھ) کی کتاب المعتمد اور امام غزالی (٥٠٥ھ) کی تصنیف المستصفیٰ (۱۱) ہیں - جن میں نئے تقاضوں کے تحت شافعی فکر کو کلامی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے -

عقلیت کے غلو کے خلاف بھی ایک رد عمل ہوا - متکلمین میں معتزلہ کے خلاف انہی کے اسلوب پر گفتگو کرنے والے ' اشاعرہ ، پیدا ہوئے ' جنھوں نے اصول فقہ میں الہیاتی (Theological) مکتب فکر کی بنیاد ڈالی - ان کے نزدیک عقل حقیقی ، حکمت خداوندی ہے - عقل انسانی قانون سازی نہیں کر سکتی - انسان کوتاہیوں کا مجموعہ ہے - اس لئے معاشرتی ضرورتوں میں قادر مطلق کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے ، جو شارع حقیقی ہے ' اگرچہ اس کے احکام عقل کے تقاضوں پر بھی پورے اترتے ہیں ، تاہم حسن و قبح کا فیصلہ شارع کے ھاتھ میں ہے - اس طرز فکر کی نمائندہ کتاب امام الحرمین (٤٧٨ھ) کی کتاب البرھان ہے - جس کے اقتباسات اسنوی نے شرح المنہاج میں درج کئے ہیں -

عقلیت پرستی کے خلاف دوسرا رد عمل تاریخی (Historical) منہج فکر کا تھا - یہ رجحان عراق میں نشو و نما پا رہا تھا اور امام شافعی کا ہم عصر تھا - یہ تحلیلی منہج فکر کے متوازی دوسرے اصول پر کارفرما تھا - لیکن جب مصدر شریعت محض عقل کو قرار دیا جانے لگا - عقلیت پرستوں کے

(۱۰) تاویل مختلف الحدیث ، ابن قتیبہ ، صفحات ١٦ ' ٢٠ ' ٤٢ و ٧٦ ' کشف الاسرار شرح المنار' مطبعہ امیریہ (١٣١٦ھ) ص ٦٦' المسامرہ فی شرح المسایرہ ص ١٠١ تا ١٧١

(۱۱) امام غزالی کے نزدیک اجتہاد کے لئے سب سے زیادہ ضروری حتی کہ اسلامی علوم کی معرفت سے بڑھ کر استنباط کی عقلی اور ذہنی استعداد ہے (المستصفیٰ ' قاھرہ ١٩٣٧ و جزو دوم ' ص ١٠٢) اگرچہ یہ دونوں کتابیں عقلی مکتب فکر (Rational) کی کلی طور پر نمائندگی نہیں کرتیں لیکن ان سے بالواسطہ اس مکتب فکر کے طریق فکر کا اندازہ ہو جاتا ہے -

مخالفین نے اس کی مخالفت میں بھی بالواسطہ عقل کو ھی مدار قرار دیا تو اس مکتب نے واضح خطوط فکر پیش کئے۔ ان کے نزدیک قانون تاریخ سے الگ نہیں بلکہ تاریخی عوامل کے ساتھ ساتھ اس میں تدریجی ارتقا ھوا - اس نظریہ سے حنفی اصول فقہ بیشتر متاثر ھوئے - اصول حنفیہ میں تاریخی علل کو بے حد اھمیت حاصل ھے - اسی لئے تعامل اور تواتر کو اجماع اور حجت قطعی کا درجہ حاصل ھے (۱۲) -

حنفی اصول فقہ کی سب سے پہلی کتاب ابوالحسن کرخی (۳۴۰ھ) کی "اصول" ھے - جس پر ابوبکر رازی جصاص نے مزید اضافہ کیا - حنفی اصول کی زیادہ وسیع، واضح اور متداول کتاب فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی (۴۸۳ھ) کی "اصول" ھے -

تاریخی منہج فکر کا ایک لازمی نتیجہ تقلید ھے - اس میں ایک انتہا پر یاسیت کا پیدا ھونا لازمی ھے - جب تاریخی عوامل کو اتنی زیادہ اھمیت دے دی جائے کہ انسان ان کے سامنے مجبور محض ھو کر رہ جائے تو اس سے ماضی پرستی کی طرف رجحان پیدا ھوتا ھے - روایات کو اصلاحی کوششوں پر فوقیت حاصل ھو جاتی ھے - انسانی ارادہ اور رائے پر اعتبار نہیں رھتا - اس عدم اعتمادی سے ھر وقت خطا کا ایک موھوم خوف مسلط رھتا ھے جس کی وجہ سے قانون سازی میں جھجک اور تدوین سے احتراز کا رجحان عام ھو جاتا ھے -

حنفی اصول فقہ میں یہ رجحان بہت جلد غالب ھو گیا - احناف کا طریق کار یہ تھا کہ وہ قواعد میں مذھبی فروع کی مطابقت کا خیال رکھتے تھے یہاں تک کہ وہ صرف انہی قواعد کی تائید کرتے جو ان کے ائمہ سے منقول اقوال کے تقاضوں سے ھم آھنگ ھوتے اگر کوئی قاعدہ کسی فقہی فرع کے مخالف ھوتا تو وہ اسے ایسی شکل دینے کی کوشش کرتے جو اس کی تائید کر سکے - اصول حنفیہ کے مطالعے سے معلوم ھوتا ھے کہ ان کے

(۱۲) مثال کے لئے دیکھئے شراکت کے بارے میں بحث : ھدایہ جزو ۵ ، ص ۳۷۷ ، فتح القدیر جلد ۵ ص ۳۷۷' تعامل کی حجیت کے بارے میں اصولی بحثوں کے لئے دیکھئے: شرح سیر کبیر ج ۱' ص ۱۹۸ ، ۱۱۵' مجموعہ رسائل ابن عابدین ص ۱۱۵ ، ۱۲۰ ، الاشباہ والنظائر' ابن نجیم ص ۵ ۔

هاں فروع پر کثرت سے گفتگو کی گئی ہے - کیونکہ حقیقتاً یہی ان کے قواعد کلیہ کی بنیاد ہیں (۱۳) -

اس سے فقہ میں رسمی (باضابطہ ' Functional) انداز فکر آ گیا - اور مزید غور و فکر صرف گذشتہ تصنیفات پر حواشی اور شروحات تک محدود ہو گیا - اصول فقہ پر نئی تصانیف کی بجائے شرحیں اور تلخیصیں لکھی گئیں امام رازی (۶۰۶ھ) نے المعتمد ' البرہان اور المستصفیٰ تینوں کا خلاصہ '' المحصول '' لکھا - سیف الدین آمدی (۶۳۱ھ) نے الاحکام فی اصول الاحکام میں ان تینوں کتابوں کے مضامین کو نئی ترتیب کے ساتھ جمع کیا اور جا بجا اضافے کئے - تاج الدین ارموی (۶۵۶ھ) نے المحصول کا خلاصہ الحاصل لکھا جس کا مزید خلاصہ بیضاوی (۸۶۵ھ) نے منہاج الوصول کے نام سے کیا - الحاصل کی ایک تلخیص محمود بن ابوبکر ارموی (۶۷۲ھ) کی التحصیل ہے - بیضاوی کی تلخیص اتنی مختصر تھی کہ اس کی مزید شرح کی ضرورت پیش آئی چنانچہ عبدالرحیم بن حسن الاسنوی (۷۷۲ھ) نے شرح منہاج تالیف کی - الاحکام کا اختصار ابن حاجب مالکی (۶۴۶ھ) نے منتہی السؤل کے نام سے کیا پھر اس کا مزید خلاصہ مختصر المنتہی کے نام سے کیا - مختصر کی پھر شرحیں لکھی گئیں جن میں سے عضدالدین الایجی (۷۵۶ھ) کی شرح زیادہ مشہور ہے -

متاخرین حنفیہ میں ایک اور جماعت سامنے آئی - انہوں نے حنفی ' شافعی اور متکلمین کے اصول جمع کرنے کی کوشش کی ، ان میں مظفر الدین بغدادی

---

(۱۳) محمد الخضری ' اصول الفقہ - مقدمہ

شاہ عبد العزیز لکھتے ہیں : احکام شریعت کی دو صنفیں ہیں : (۱) قواعد کلیہ (۲) فروعات - قواعد کلیہ میں استثنا کا امکان نہیں ہوتا - فروعات میں ' مخصوص حالات کی بنا پر قواعد کلیہ کو چھوڑا نہیں جا سکتا - قواعد کلیہ اور فروعات کے اس طرح کے تعارض کو دور کرنے کے لئے بہت سی احادیث جو ان فروعات کو بیان کرتی ہیں ، عملاً ترک کرنا ہوتا ہے - حنفی مجتہدین کا طریق کار یہ ہے کہ وہ فروعات کی تاویل و تعبیر کر کے قواعد کلیہ کے ماتحت کرتے ہیں -

(بحوالہ کتاب التمہید ، موقف ثالث ، منقول ازملفوظات شاہ عبد العزیز طبع مجتبائی ' میرٹھ)

بحوالہ شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ' مولانا عبید اللہ سندھی ' لاہور ' ۱۹۲۵ء ص ۲۲۰

(۶۹۴ھ) کی بدیع النظام، اصول بزدوی اور الاحکام (آمدی) کی جامع ہے۔ پھر عبید اللہ بن مسعود بخاری (۷۴۷ھ) نے تنقیح الاصول کے نام سے اصول بزدوی محصول رازی اور مختصر ابن حاجب کا خلاصہ کیا۔ پھر اس کی شرح توضیح کے نام سے لکھی۔ توضیح پر سعد الدین تفتا زانی (۷۹۲ھ) نے حاشیہ لکھا۔ کمال الدین ابن ہمام (۸۶۱ھ) کی التحریر گذشتہ تصنیفات کا خلاصہ تھی۔ تاج الدین سبکی (۷۷۱ھ) کی جمع الجوامع قریباً سو کتابوں سے استفادہ کے بعد لکھی گئی۔ متاخرین میں ابن نجیم (۹۷۰ھ) کی الاشباہ و النظائر، شوکانی کی ارشاد الفحول، محب اللہ بہاری کی مسلم الثبوت قابل ذکر ہیں۔ علمائے فقہ کے نزدیک شاطبی (۷۸۰ھ) کی الموافقات اصول فقہ پر ایسی تصنیف ہے جو دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے (۱۴)۔

اس دور میں جسے عام طور پر دور تقلید کہا جاتا ہے [لیکن اصول فقہ میں کلی طور پر دور تقلید نہ تھا] تمامتر توجہ ائمہ مجتہدین کے مذہب کی حفاظت اور انہی کی مزید تعبیر و تشریح پر رہی۔ اس دور میں اصول فقہ کا رجحان بھی رسمی نظریہ قانون (Functional) کی طرف غالب رہا۔ تاہم مختلف ائمہ کے اختلافات اور ان کے اسباب معلوم کر کے بسا اوقات تطبیق کی کوششیں بھی ہوئیں اس سے ضمنی طور پر کچھ اہم سوالات پیدا ہوئے مثلاً فقہ کا مقصد کیا ہے؟ کیا حالات و زمانہ کے تغیر سے احکام میں تبدیلی ہو سکتی ہے؟ کیا قاضی کے لئے کسی مذہب کی پابندی لازمی ہے؟ تعزیرات میں اصل مقصد کیا ہے حدود کا نفاذ یا جرم کا انسداد؟ — یہ اور اسی قسم کی بحثیں تخریج الفروع علی الاصول، تاسیس النظر، رحمۃ الامہ، المیزان الکبری، الافصاح، اختلاف الفقہا، اعلام الموقعین، الطرق الحکمیہ، منہاج وغیرہ میں ذیلی طور پر آ گئی ہیں۔

انسان قانون کے لئے نہیں بلکہ قانون انسان کے لئے ہوتا ہے اور وہ بندوں کے مصالح کو پیش نظر رکھتا ہے۔ یہ تصور اپنی مبہم شکل میں تو فقہی تنگی اور تقلید کی شدت کے رد عمل میں بہت پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ استحسان، مصالح مرسلہ وغیرہ فقہی اصول میں اسی کی رعایت تھی۔ لیکن ابھی تک قانون کو سرتا سر خارج کی چیز مانا جا رہا تھا۔ اگر اصولیین یہ کہتے بھی

(۱۴) محمد الخضری، اصول فقہ - مقدمہ

تھے کہ شریعت کے احکام میں بندوں کی مصلحت زیادہ پیش نظر ہے تو اس انداز میں کہ شارع مصالح عباد کو بہتر سمجھتا ہے ، (۱۵) اس کے اس حکم میں ضرور کوئی مصلحت ہوگی -

قانون کی داخلی حیثیت کا نظریہ شاہ ولی اللہ کے ہاں زیادہ واضح طور پر ملتا ہے - ان کے نزدیک قانون معاشرے کے تقاضوں کے تحت بنتے ہیں - فرماتے ہیں -

> ان الشرائع لها معدات و اسباب تشخصها و ترجح بعض محتملاتها علی بعض (۱۶)
>
> شرائع کے لئے محرکات و اسباب ہوتے ہیں جو ان کی تعیین کرتے ہیں اور بعض احتمالات کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں -

یہی وجہ ہے کہ قانون کی تدوین میں اس قوم اور معاشرہ میں موجود علوم و عادات کا بھی لحاظ رکھتا جاتا ہے - (۱۷) چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعات کے بارے میں شاہ ولی اللہ کا نظریہ ہے کہ ان کا مادہ و ماخذ بیشتر عادات عرب ہیں -

> ان کنت ترید النظر فی معانی شریعة رسول اللہ فتحقق اولا حال الامیین الذین بعث فیهم التی هی مادة تشریعه (۱۸)
>
> اگر تم رسول اللہ کی شریعت کی گہرائیوں کو سمجھنا چاہو تو پہلے عرب امیوں کی تحقیق کرو جن میں رسول اللہ مبعوث ہوئے - وہی در اصل آپ کی شریعت کا تشریعی مادہ ہیں -

قرآنی تشریعات کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> " رسول اللہ صلی اللہ علیہ اسماعیلی ملت حنیفہ دے کر بھیجے گئے تھے - جو عرب میں مروج تھی ، اس کی کجروی کو سیدھا کرنے ، اس کی تحریف کی اصلاح کرنے اور اس کی اصل روشنی کو اجاگر کرنے کے لئے آپ تشریف لائے - قرآن حکیم کے قول ملة ابیکم ابراهیم کا یہی مطلب ہے - جب معاملہ کی نوعیت یہ ہے

---

(۱۵) بیضاوی ، منہاج ص ۹۸
شرح مسلم الثبوت ص ۵۴۲

(۱۶) حجة اللہ البالغه ، ج ۱ ، ص ۲۷ وما بعد

(۱۷) ایضاً

(۱۸) ایضاً ص ۱۲۳

ٹو ضروری ہے کہ ملت ابراہیمی کے اصول مسلم رہے ہوں اور اس ملت کی سنتیں ثابت ہوں ، کیونکہ پیغمبر جب کسی ایسی قوم میں آتا ہے ' جس میں پہلی شریعت کے کچھ سنن (طور طریقے) باقی ہوتے ہیں ' جن میں تبدیلی کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی ، تو اس کو تبدیلی سے کچھ سروکار نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ ان طریقوں کو قائم رکھا جائے' کیونکہ یہ طبیعتوں کے لئے خوشگوار ہوتے ہیں' اور اس پر ان کی حجت (Sanction) قائم ہوتی ہے - (۱۹)

معاشرہ انسانی زندگیوں کے تجربے کے ساتھ کچھ باتوں کو اپناتا ہے - یہ باتیں ان کی طبائع میں رچ بس جاتی ہیں اور ان کی حیثیت عروف و تقالید کی ہو جاتی ہے - انہیں معاشرہ کی حمایت کی حجت بھی حاصل ہوتی ہے - نئی تشریع کے وقت شاہ ولی اللہ کے نظریہ کے مطابق ان کا لحاظ لازمی ہوتا ہے -

فما کان صحیحا موافقا لقواعد السیاسة الملیة لا یغیر بل تدعوا الیہ وتحث علیہ وما کان سقیما قد دخلتہ التحریف فانہا تغیرہ بقدرالحاجة وما کان حرا ان یزاد فانہا تزیدہ علی ما کان عندھم (۲۰)

ان احکام و مراسم میں جو باتیں صحیح اور سیاست ملیہ کے اصول کے مطابق ہوتی ہیں - یہ حضرات ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے ، بلکہ ان کی طرف دعوت دیتے ہیں اور قوم کو ابھارتے ہیں - جو باتیں بری ہوتی ہیں یا جن احکام میں تحریف و تبدل داخل ہو جاتی ہے تو بقدر ضرورت اصلاح کر کے ان میں ترمیم کر دیتے ہیں اور جن میں اضافہ کی ضرورت سمجھتے ہیں ان میں اضافہ کر دیتے ہیں -

نصوص فقہی سے استنباط کے سلسلے میں نسخ کے اصول کی وضاحت شاہ ولی اللہ اس طرح فرماتے ہیں :

والثانی ان یکون شیئی مظنة مصلحة او مفسدة فیحکم علیہ حسب ذلک ' ثم یاتی زمان لا یکون فیہ مظنة لہا فیتغیر الحکم (۲۱)

نسخ کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی مصلحت کی رعایت سے یا مفسدہ کے اندیشہ سے کوئی حکم دیا جائے پھر ایسا زمانہ آ جائے کہ اس میں یہ مقصود نہ رہ جائے تو وہ حکم بدل جائے گا -

نسخ کا یہ نظریہ شاہ ولی اللہ کے فقہی منہج فکر کا بنیادی نظریہ یہ ہے- اسی سے وہ قرآنی اصول کی ابدیت اور عالمگیریت کی وضاحت کرتے ہیں - ان کے

---

(۱۹) ایضاً ص ۱۲۲ وما بعد
(۲۰) حجة اللہ البالغہ ، ج ۱ ' ص ۹۰
(۲۱) ایضاً ص ۱۲۲

نزدیک منسوخ ہونے کا مطلب یہ ھے کہ زمانے کے نئے تقاضوں کے تحت اس پر عمل خلاف مصلحت ہو - لکین اس سے کسی نص پر ابدی منسوخ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ زمانے کے تقاضے بدلتے رہتے ھیں -

تخریج مناط کے بارے میں ان کے نزیک حکم کی علت تلاش کرتے وقت یہ ضروری ھے کہ علت کی صفت جمہور کے نزدیک معروف ہو ' اس کی حقیقت پوشیدہ نہ ہو اور عوام کی عقلی بساط سے بالا نہ ہو (۲۲) -

دراصل شاہ ولی اللہ کا نظریہ یہ ھے کہ قانون کی حجت (Sanction) کا مدار قانون کی طبائع سے مناسبت پر ھے - جو قانون جتنا مصالح عباد کا خیال رکھے گا اتنا ھی اس میں قوت نافذہ ہوگی اور لوگ اس کی اطاعت کے لئے تیار ہوں گے - جبری اور مسلط قانون کو لوگوں کی دلی حمایت حاصل نہیں ہوتی - ان کے نزدیک شرعی قانون کو حجت دو جانب سے حاصل ھے -

اول:— عوامی شعور سے ' جس کے لئے وہ مروجہ عادات و تقالید اور علت حکم کے متعین اور جمہور کے نزدیک قابل فہم ہونے پر زور دیتے ھیں -

دوم:— مستنبط مسئلہ کے لئے شارع کی تائید سے ' جس کے لئے ان کا کہنا ھے -

کل حکم یتکلم فیہ المجتھد باجتھادہ منسوب الی صاحب الشرع علیہ الصلوۃ والتسلیمات اما الی لفظہ او الی علۃ ماخوذۃ من لفظہ (۲۳)

ہر حکم کے بارے میں مجتہد رائے دیتا ھے - وہ صاحب شرع کی طرف منسوب ہوتا ھے ' لفظی طور پر یا الفاظ سے ماخوذ علت کی طرف -

---

(۲۲) حجۃ اللہ البالغہ ' جلد اول ' ص ۹۲

(۲۳) عقد الجید ' ص ۲۹